یادِ ایامِ دارالعلوم

غیر مطبوعہ تبرکات و نوادر

افادات :- شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ
ضبط و ترتیب :- جناب محمد عثمان غنی، بی اے

مدارس عربیہ اور اس کے بوریہ نشین

مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۶۷ء بروز ہفتہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انورؔ مدظلہٗ العالی امیر انجمن خدام الدین لاہور مختصر دورہ پر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ اس وقت اتفاق سے دارالحدیث کے وسیع ہال میں دارالعلوم کے ایک فارغ التحصیل مولوی جان محمد صاحب ساکن ڈبری تھانہ تکیندہ تحصیل فورٹ سنڈیمن، ضلع ژوب کی دستاربندی کی تقریب تھی، آپ نے بھی شرکت فرمائی اور دستاربندی فرماتے وقت اپنے کندھوں سے چادر اتار کر انہیں عطا فرمائی۔ دستار کے بیچ باری باری اکابر علماء دارالعلوم اور حضرت مدظلہٗ نے دئے۔ حضرت اقدس کے خطاب سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے بھی ایک نہایت عمدہ تقریر فرمائی۔ ذیل میں دونو بزرگان کرام کی تقاریر کا قلمی ریکارڈ پیش خدمت ہے۔ محمد عثمان غنی۔

ارشادات گرامیہ حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہٗ

محترم بزرگو! ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرۃ مولانا عبیداللہ صاحب انورؔ اکابر اور اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جیساکہ اُن بزرگوں کی ہمارے اوپر شفقتیں تھیں اسی طرح یہ بھی دعاؤں میں یاد فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دنیا و عقبیٰ کے بلند سے بلند درجات پر انہیں فائز کر دے۔

تقریباً ایک ہفتے کا واقعہ ہے، کہ ایک صالح نوجوان نے مجھ سے ایک بات بیان کی (اور غالباً حضرت مولانا کو اس کا علم نہیں) اس نوجوان نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ میں کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں اس تلاش میں سرگرداں تھا کہ خواب میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نور اللہ مرقدہٗ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ میں اُن سے لپٹ گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم لاہور کیوں نہیں جاتے۔ جب تک میرے بچے میری سنت کی پیروی کریں گے یہ فیوضات جاری رہیں گے۔ تو اس نوجوان نے لاہور جاکر حضرۃ

مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے حضرت سے ذکر کیا؟ اس نے کہا، نہیں۔

اس دار العلوم کے ساتھ حضرت لاہوریؒ کو جو قلبی تعلق اور خصوصی توجہ تھی اور مجھ ناچیز کے ساتھ جو شفقت فرماتے تھے، میں کیا عرض کروں۔ یہ موجودہ بلڈنگ جو آپ دیکھ رہے ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس کی پشت پر نہ کوئی دولتمند ہے نہ حکومت کا تعاون ہے۔ نہ رجال کار ہیں۔ بس چند افراد کا خلوص ہے جن کے ظاہری وسائل کچھ بھی نہیں۔ یہ کام اللہ چلا رہا ہے اور ان بزرگوں کی روحانی توجہات اور دعاؤں کی برکات ہیں۔

رمضان المبارک میں اس دار العلوم کے اکثر وبیشتر فضلاء حضرت لاہوریؒ کے دورۂ تفسیر میں شرکت کرنے کیلئے لاہور جایا کرتے تھے۔ حضرتؒ ہر خطبے میں بڑی عنایت اور شفقت سے دار العلوم حقانیہ کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

جب اس دار العلوم کی بنیاد رکھی گئی، حضرتؒ تشریف لائے تھے اور سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرتؒ نے تقریر فرمائی اور کہیں تشریف لے گئے، میں ساری رات ان کی تلاش میں گھومتا رہا، ہجوم زیادہ تھا، آخر معلوم ہوا کہ آپ نے دریا کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد میں آرام فرمایا تھا، نہ بستر نہ چارپائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فالج کا اثر تھا، ایک دفعہ یہاں آنے کے لئے ٹکٹ لیا ہوا تھا، اور گاڑی بھی تیار تھی مگر فالج کے اثر کے باعث زیادہ بیمار ہوگئے، اور تار دے دیا کہ آنے سے قاصر ہوں مگر دل تمہارے ساتھ ہے۔

آج آپ حضرات جو تھوڑے سے بہت مسلمانوں کے نمونے دیکھ رہے ہیں، یہ انہی اکابر کی شبانہ روز محنتوں کا نتیجہ ہے۔ جہاں جس ملک میں انقلاب آتا ہے، وہاں حالات بدل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مذہب بھی بدل جاتا ہے۔ ہندوستان جب متحدہ تھا، ۱۸۵۷ء کے جہاد کے بعد کس قدر مظالم یہاں ہوئے۔ علماء کو ختم کیا گیا، مناظرے کئے گئے، ایسی کوئی کمی نہیں جو برطانیہ نے چھوڑی ہو کہ ہندوستان سے اسلام ختم ہو جائے، لیکن الحمد للہ اس ایک سو پچاس سال کے عرصہ میں بھی اسلام باقی رہا اور آج بھی پہلے سے زیادہ درخشاں ہے۔

دیوبند کے علماء وفضلاء نے قرآن پاک کی ایک ایک آیت کی تفسیر اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شرح لکھی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی، لیکن اللہ کی شان ہے، پہلے زمانے کے لوگ بڑے ذہین تھے، وہ اشارے سمجھتے تھے، ہم غبی ہیں، انہوں نے ہمارے لئے جواہرات کو نکھار دیا۔

آج اسلام پہلے سے زیادہ درخشاں ہے کسی بھی مسئلہ کو آپ لیں، انشاء اللہ دار العلوم دیوبند

کے علماء کی وضاحت اور تفاسیر ملیں گی۔ انقلاب ہندوستان پر آیا، لیکن اللہ نے مسلمانوں کو مذہبی انقلاب سے بچایا۔ اگر ۱۸۵۷ء کے بعد یہ مدرسہ دیوبند میں قائم نہ ہوتا تو جیسا کہ ایران، عراق، مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلام نہیں، ہندوستان میں بھی اسلام ختم ہو جاتا۔ جہاں الٹ پلٹ ہوتے ہیں وہاں مذہب بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرمؐ فرماتے ہیں کہ دین قیامت تک باقی رہے گا۔ کوئی چاہے کتنا بھی اسلام کو مٹانے کی سعی کرے، ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی۔

ہمارے شیخ حضرت مدنیؒ فرماتے تھے کہ اس وقت وہ طائفۂ حق ہندوستان میں ہے، لیکن وہ بھی اب رخصت ہو رہا ہے۔

جس وقت پاکستان بنا تھا، اس وقت بزرگوں نے فرمایا تھا کہ ہم غلامی سے تو آزاد ہو گئے، لیکن ایسا نہ ہو کہ مذہب سے بھی "آزاد" ہو جائیں۔ اگر دین کے مراکز نہ ہوں تو اس ملک سے دین ختم ہو جاتا ہے۔ بے دینی آجاتی ہے۔ کیمونزم پھیل جاتا ہے۔ یہ ان بزرگوں کی فراست تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس ملک میں مذہب کو محفوظ رہنا چاہئے۔ جو شرحیں اور تفاسیر ہمارے اکابرؒ نے لکھی ہیں، ان کی متو پاشیوں سے سارا عالم راہِ ہدایت دیکھ سکتا ہے۔ ان بوریہ نشینوں، ان بھوکوں اور فقیروں نے امت پر وہ عظیم احسانات فرمائے کہ آج ہماری نظریں فرطِ ادب سے ان کے مقدس نام بھی لیتے وقت جھک جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑہا رحمتیں ہوں ان قدسی صفات بزرگوں پر جنہوں نے دین احمد کی آبیاری فرمائی۔

عبداللہ بن اُبی جو بڑا مالدار تھا وہ کہتا تھا کہ "عزت والے" "ذلیلوں" کو نکالیں گے۔ آج عبداللہ بن اُبی، فرعون اور ابی لہب کا نام و نشان بھی نہیں رہا، لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی چار دانگ عالم میں اب تک گونج رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تا قیامت گونجتا رہے گا۔

ابھی ابھی میں نے ایک جملہ سنا کہ پہلے ایک دیوبند تھا، اب ہر شہر میں دیوبند بن گیا ہے[1]۔ خدا کرے کہ یوں ہی ہو۔ اب ہم سمجھے کہ حضرت لاہوریؒ فالج کے مارے ہوتے بھی اکوڑہ خٹک آتے تھے، ان کی دوربین نگاہیں بھانپ چکی تھیں کہ دین کی حفاظت کرنی ہے، تو پھر دین کے حصار جگہ جگہ بنانے چاہئیں۔ یہی دینی مدارس ہی تو دین کے قلعے ہیں۔ یہ مدارس اگر ترکی، ایران، کابل میں ہوتے تو یہ حالت وہاں نہ ہوتی۔ آج چلا چلا کر کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا کہ ہر جگہ مدرسہ بن گیا ہے۔ اور مولوی جو بات منہ میں آتی ہے کہتا ہے۔ خدا کی بات ہی کہتا ہے۔ مولوی اور کیا کہتا ہے۔؟ دراصل دکھ اس بات کا ہے۔ کہ

---

[1] یہ بات اس وقت کے صدر جناب محمد ایوب خان نے کہی تھی۔